عبد النبی یا عبد الرسول نام رکھنا شرک ہے؟ کیا حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:FSD-10074 تاریخ:30-06-2026

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ”تم میں سے کوئی بھی اپنے غلام کو لفظ عبد کے ساتھ نہ بلائے، جیسے یوں نہ کہے کہ میرا عبد، بلکہ کہے میرا غلام کہ تم سب اللہ کے بندے ہو۔“ ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی طرف عبد کی نسبت کرنا، جیسے کسی کو عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ کہنا خلافِ حدیث، حرام اور شرک ہے کہ بندہ تو صرف اللہ کا ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

مسئلہ کا جواب جاننے سے پہلے سوال میں بیان کردہ حدیثِ پاک مکمل ملاحظہ کیجیے!

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: ”عن أبي هريرة، عنِ النّبي صلى الله عليه وسلّم قال: ”لا يقل أحد كم: عبدي، أمتي، كلّكم عبيد الله، و كل نسائكم إماء الله، وليقل: غلامي، جاريتي، وفتاي، وفتاتي“ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی (اپنے غلام کو) "عبدی" اور (لونڈی کو) "امتی" نہ کہے، کیونکہ تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی باندیاں ہیں۔ بلکہ اس طرح کہنا چاہیے: میرا غلام، میری لونڈی، میرا خادم اور میری خادمہ۔

(صحیح البخاري، جلد3، صفحہ150، مطبوعہ مصر)

مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں در حقیقت لفظِ "عبد" کی نسبت اور اضافت اپنی طرف کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ "میرا عبد"، شارحینِ حدیث اور علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیثِ پاک میں عجب، خود پسندی اور تکبر سے بچنے کی تعلیم ہے کہ کوئی اپنی ذات کی طرف لفظ عبد کی نسبت نہ کرے کہ فلاں میرا عبد ہے کہ اس میں خود پسندی اور تکبر کا احتمال موجود ہے اور یہ شرعاً مذموم اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

چنانچہ مذکورہ بالا حدیثِ پاک کے تحت فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری وغیرہا کتبِ شروحِ حدیث میں ہے، واللفظ للاوّل: "المعنى في ذلك كله راجع إلى البراءة من الكبر والتزام الذل والخضوع لله عز وجل ...فأرشد صلى الله عليه وسلم إلى ما يؤدي المعنى مع السلامة من التعاظم ...قال النووي المراد بالنهي من استعمله على جهة التعاظم لا من أراد التعريف "ترجمہ: سارے حکم کا مفہوم تکبر سے براءت اختیار کرنے، عاجزی کو لازم پکڑنے اور اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرنے کی طرف لوٹتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو مملوک (بندے) کے شایانِ شان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے ایسے الفاظ کی رہنمائی فرمائی جو معنی کو ادا کر دیں اور ساتھ ہی اپنی بڑائی سے بھی محفوظ رکھیں۔ امام نووی نے فرمایا: یہ ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو ان الفاظ کو تکبر کے طور پر استعمال کرے، جو محض تعارف اور پہچان کے لیے استعمال کرے، اس کے لیے یہ حکم نہیں۔ (فتح الباري، جلد 5، صفحہ 180، مطبوعہ دارالمعرفہ، بیروت)

مزید یہ کہ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے، یعنی عبدی کہنا بہتر نہیں، غلامی کہا جائے اور کراہتِ تنزیہی کی دلیل یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے لونڈی کے مالک کے لیے حدیث میں "رب" کا لفظ استعمال فرمایا، حالانکہ غیر اللہ کے لیے لفظِ "رب" کا استعمال بھی ممنوع ہے، لیکن حدیثِ پاک میں قیامت کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے اس لفظ کو غیر اللہ کے لیے استعمال فرمایا کہ لونڈی اپنے رب یعنی آقا کو جنے گی، یہ دلیل ہے کہ ممانعت تحریمی نہیں، تنزیہی ہے، چنانچہ امام شرف

الدین نَوَوِی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:676ھ / 1277ء) لکھتے ہیں: ”فإن قيل فقد قال النبي صلى الله عليه وسلم في أشراط الساعة أن تلد الأمة ربتها أو ربها فالجواب من وجهين أحدهما أن الحديث الثاني لبيان الجواز وأن النهي في الأول للأدب و كراهة التنزيه لا للتحريم “ترجمہ: اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں کے بیان میں فرمایا ہے: "لونڈی اپنے مالک کو جنم دے گی"، تو اس کا جواب دو اعتبار سے ہے: پہلا یہ کہ دوسری حدیث بیانِ جواز کے لیے ہے، جبکہ پہلی حدیث میں جو ممانعت وارد ہوئی ہے، وہ ادب سکھانے اور کراہتِ تنزیہی کے لیے ہے، تحریمی کے لیے نہیں۔ (شرح النووی، جلد 15، صفحہ 6، مطبوعہ بیروت)

اہم بات: خدا توفیق دے، تو غور کرنا چاہیے کہ اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کا عبد اور غلام کہنے میں عُجب اور تکبر کا پہلو سرے سے ہی ختم ہو جاتا ہے اور انسان عاجزی اور تواضع کی کیفیات میں داخل ہو جاتا ہے، کیونکہ جب عبد کی اضافت حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کی طرف ہو تو تکبّر و خود پسندی کا محل باقی ہی نہیں رہتا۔ معلوم ہوا کہ اپنے عبد ہونے کی نسبت نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کی طرف کرنا، سوال میں بیان کردہ حدیثِ پاک کے خلاف نہیں، بلکہ اسی حدیثِ پاک کی دلالت پر ہی عمل ہے، مزید تفصیل ذیل میں بیان کی جائے گی۔

جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ عبد النبی یا عبد الرسول کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو اوّلاً یہ سمجھ لیجیے کہ ”عبد“ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے چند لغوی معانی ہیں، مثلاً: بندگی (عبادت) کرنے والا، غلام، خادم، مملوک، وغیرہ۔ (ماخوذ از مقاييس اللغة، ج4، ص205، ط مصر / لسان العرب، ج10، ص9، ط بیروت) پہلے معنی کے لحاظ سے لفظِ ”عبد“ کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو سکتی ہے، جبکہ دیگر معانی کے اعتبار سے اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف بھی ہو سکتی ہے۔ قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ، اقوالِ ائمہ اور عباراتِ فقہاء رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے اور غیر اللہ کی طرف نسبت کے ساتھ بھی، مگر یہ جاننا ضروری ہے کہ دونوں صورتوں میں کہاں کون سا معنیٰ مراد ہوگا؟ اس سلسلے میں ائمۂ اصول نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے،

جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(☆)جب لفظ "عبد" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، تو مراد مخلوق اور بندگی کرنے والا، عابد ہوتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا﴾ ترجمہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔" (القرآن الکریم، سورۃ بنی اسرائیل، آیت 1)

ایک جگہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیۡلًا﴾ ترجمہ: "بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں، اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔"
(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 65)

ایک مقام پر فرماتا ہے: ﴿وَ اذۡکُرۡ عَبۡدَنَاۤ اَیُّوۡبَ﴾ ترجمہ: "اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو۔"
(سورۃ ص، آیت 41)

مذکورہ بالا تمام آیتوں میں چونکہ "عبد" کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اس لیے یہاں "عبد" کے معنی بندۂ عابد کے ہوں گے۔

(☆)اور جب "عبد" کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو، تو وہاں مراد غلام، خادم اور مملوک کے ہوں گے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ﴾ ترجمہ: "اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کر دو۔" (سورۃ النور، آیت 32)

دوسرے مقام پر فرماتا ہے: ﴿قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ﴾ ترجمہ: تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ (سورۃ الزمر، آیت 53)

ان آیتوں میں چونکہ "عبد" کی نسبت بندوں کی طرف ہے، اس لیے اس کے معنی مخلوق اور

عابد وغیرہ نہیں ہوں گے، بلکہ خادم، غلام اور مملوک کے ہوں گے۔(ماخوذ از علم القرآن، ص 132، 133، مکتبۃ المدینہ) معلوم ہوا کہ ہر جگہ "عبد" کا ایک ہی معنیٰ "بندۂ عابد" مراد لینا درست نہیں، بلکہ اصل اعتبار نسبت و اضافت کا ہے اور اسی کے مطابق اس کا معنی متعین ہو گا۔

لفظِ "عبد" کی لغوی اور اصولی تفصیل جاننے کے بعد نفسِ مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ عبد النبی، عبد الرسول اور عبد المصطفیٰ وغیرہ الفاظ یا تو بطورِ نام استعمال کیے جائیں گے یا بطورِ لقب و وصف استعمال ہوں گے ۔ ان کا استعمال خواہ بطورِ نام ہو یا بطورِ لقب و وصف، بہر صورت جائز ہے اور شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ نام رکھنے کے معاملے میں کچھ تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگرچہ "عبد النبی" وغیرہ نام رکھنا فی نفسہٖ جائز ہے اور بزرگانِ دین سے ایسے نام رکھنا ثابت ہے تاہم چونکہ بعض متاخرین فقہائے کرام نے احتیاطاً اس سے اجتناب کا قول کیا ہے، اس لیے بچنا مناسب ہے۔ البتہ اگر کوئی یہ نام رکھے تو اس پر شرعاً کوئی گناہ نہیں۔

مزید یہ کہ لفظِ "عباد" جو "عبد" کی جمع ہے، اس کی نسبت خود قرآنِ مجید میں بھی نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی طرف کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کو یہ تعلیم ارشاد فرمائی کہ آپ اپنی امت کو "یٰعِبَادِیَ" (اے میرے بندو!) کہہ کر خطاب کیجیے۔ اور یہی طرزِ عمل صحابہ کرام عَلَیۡہِمُ الرِّضۡوَان اور بزرگانِ دین رحمھم اللہ تعالیٰ سے بھی ثابت ہے کہ یہ حضرات اپنے آپ کو "عبد النبی" اور "عبد المصطفیٰ" وغیرہ القاب سے ملقب کر کے غلامِ نبی اور خادمِ رسول ہونے کو اپنے لیے باعثِ فخر و اعزاز سمجھتے تھے (مزید تفصیل ذیل میں بیان ہو گی)۔

لفظِ عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف کرنا، جائز ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے ﴿وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ﴾ ترجمہ: "اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کر دو۔"

(سورۃ النور، آیت 32)

لفظِ عبد کی نسبت نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا، ناجائز و حرام نہیں، بلکہ اسلوبِ قرآن کے عین مطابق ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ ترجمہ: ”تم فرماؤ: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔“ **(سورۃ الزمر، آیت 53)**

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو ”یٰعِبَادِیَ“ (اے میرے بندو!) کہہ کر اپنی امت کو خطاب کرنے کی تعلیم ہے، چنانچہ اس آیت کے تحت علامہ اسماعیل حقی حنفی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1127ھ) لکھتے ہیں: ”وأنیبوا یا عبادي إلی ربکم، أي: ارجعوا إلی ربکم بالتوبة من المعاصي“ ترجمہ: انہیں خبر دیجیے کہ اے میرے غلامو! تم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے، اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

(روح البیان، جلد8، صفحہ127، مطبوعہ دارالفکر، بیروت)

مشہور مفسر مفتی محمد احمد یار خان نعیمی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1391ھ / 1971ء) اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: ”اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ تمام مسلمان حضور کے بندے اور غلام ہیں۔ دوسرے یہ کہ عبد کو غیر اللہ کی طرف نسبت کر سکتے ہیں، مگر اس وقت عبد کے معنیٰ غلام ہوں گے، رب فرماتا ہے: ﴿مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ صاحبِ درِ مختار کے شیخ کا نام عبد النبی تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر فرماتے تھے ”کنت عبدہ وخادمہ“ میں حضور کا عبد یعنی خادم تھا۔ یہاں یہی ترجمہ بہتر ہے کہ اے میرے بندو! یعنی نبی کے بندے، کیونکہ اگر اللہ کے بندے مراد ہوں، تو یقول اللہ پوشیدہ ماننا پڑتا ہے کہ اس سے پہلے قل آچکا۔ نیز پھر اس میں کفار بھی شامل ہو جاویں گے، کیونکہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں اور انہوں نے زیادتی بھی کی ہے، حالانکہ کفار خارج ہیں۔ اس سے مراد مومن گنہگار ہے، نہ کہ کافر، کیونکہ کافر اگرچہ اللہ کا بندہ تو ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بندہ اور غلام نہیں اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بندوں یعنی غلاموں سے خطاب ہو رہا ہے۔“

(نورالعرفان، سورہ زمر، صفحہ 740، مطبوعہ پیر بھائی کمپنی، لاھور)

اسی آیتِ مبارکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا روم رَحمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ مثنوی شریف میں لکھتے ہیں:

بندۂ خود خواند احمد در رشاد

جملہ عالم را بخوان قل یا عباد

یعنی: حضور صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے سارے عالم کو اپنا بندہ فرمایا۔ قرآن میں پڑھ لو قل یا عباد۔ (مثنوی معنوی، دفتر اول، صفحہ 267، مطبوعہ رنگ کتاب گھر، دہلی)

عبد النبی اور عبد الرسول کو حرام اور شرک کہنے والوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رَحمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کریمہ کے متعلق لکھتے ہیں: ”چونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصلِ بحق ہیں، عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿قُل یٰعِبَادِیَ الَّذِینَ اَسرَفُوا علٰی اَنفُسِھِم﴾ مرجع ضمیر متکلم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں۔۔۔ قرینہ بھی اسی معنیٰ کا ہے آگے فرماتا ہے ﴿لَا تَقنَطُوا مِن رَّحمَۃِ اللہِ﴾، اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا، تو فرماتا: من رحمتی، تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔“

(شمائم امدادیہ، حصہ دوم، صفحہ 71، مطبوعہ کتب خانہ شرف الرشید)

صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان کا طرزِ عمل تھا کہ اپنے آپ کو عبد النبی کہا کرتے تھے، چنانچہ جب حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کے بہت بڑے مجمع کہ جس میں یقیناً حضرت عثمانِ غنی، مولی علی اور دیگر اکابر صحابہ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان بھی موجود تھے، بر سرِ ممبر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”ایھا الناس إني قد علمت منكم أنكم تؤنسون منّي شدّة وغلظة، وذلك أني كنت مع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، فكنت عبده و خادمه“ ترجمہ: اے لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں بہت زیادہ سختی پاتے ہو اور یہ سختی اس وقت بھی

تھی جب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کا بندہ (عبد) اور خادم تھا۔

(مستدرک الحاکم، کتاب العلم، رقم الحدیث 434، جلد 1، صفحہ 185، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ)

غور کیجیے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کا صحابہ و تابعین عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی موجودگی میں منبرِ رسول پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے اپنے آپ کو عبد المصطفیٰ، عبد النبی کہنا اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اعتراض نہ کرنا، یہ واضح دلیل ہے کہ جملہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اور تمام مومنین کا یہی عقیدہ تھا کہ یہ نسبت درست ہے اور ہم بھی اسی عمل کو اپنائیں گے جو خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا تھا، کیونکہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "علیکم بسنّتي وسنّة الخلفاء الرّاشدین المهدیین" ترجمہ: تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔

(مسند احمد، جلد 28، صفحہ 375، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ)

مولانا روم رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے حضرت بلال رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کو اتنا مہنگا خرید کر آزاد کیا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس عمل میں ہمیں شریک کیوں نہ کیا؟ تو حضرت صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے جواب دیا:

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو　　کردمش آزاد ہم بر روئے تو

یعنی: عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچہ کے بندے اور غلام ہیں، میں نے اس کو آپ کے رخِ انور پر آزاد کر دیا۔

(مثنوی معنوی، دفتر ششم، صفحہ 100، مطبوعہ رنگ کتاب گھر، دہلی)

اسلاف میں سے بعض کا نام "عبد النبی" تھا، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درِ مختار کے

مصنف علامہ علاؤ الدین حصکفی رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کے استاد صاحب کا نام "عبد النبی" تھا، چنانچہ اپنی کتاب کے مقدمے میں اس کا ذکر کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں: "فإني أرويه عن شيخنا الشيخ عبد النبي الخليلي" یعنی: میں نے اس فقہ کو اپنے شیخ "عبد النبی" سے روایت کیا ہے۔

(درالمختار، جلد 1، صفحہ 7، مطبوعہ، بیروت)

بعض متاخرین علمانے "عبد النبی" نام رکھنے کی ممانعت بیان فرمائی ہے، جبکہ بطور لقب و وصف، لفظ عبد کی اضافت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ (سالِ وفات: 1252ھ/1836ء) لکھتے ہیں: "اقول: ويؤخذ من قوله "ولا عبد فلان" منع التسمية بعبد النبی، ونقل المناوی عن الدميری انه قيل بالجواز بقصد التشريف بالنسبة" ترجمہ: میں یہ کہتا ہوں کہ (صاحب فصول العلامی) کے قول "ولا عبد فلان" سے معلوم ہوتا ہے کہ "عبد النبی" نام رکھنا بھی منع ہے، اور امام مناوی نے علامہ دمیری سے، نسبت سے شرف حاصل کرنے کے لیے اس کا جواز نقل کیا ہے۔

(ردالمحتار، جلد 9، صفحہ 689، مطبوعہ کوئٹہ)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت الشاہ امام احمد رضا خان رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ (سالِ وفات: 1340ھ / 1921ء) سے عبد المصطفیٰ، عبد النبی وغیرہ نام رکھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے جوابا فرمایا: "فقیر کے اس بارے میں تین رسالے ہیں جو میرے مجموعہ فتاویٰ میں ہیں، ایک دربارہ غلام مصطفی اور اس کا جواز دلائل سے ثابت کیا ہے۔ دوسرا دربارہ عبد المصطفیٰ اور اس میں یہ تحقیق کیا ہے کہ توصیفاً بلاشبہ جائز اور اجلہ صحابہ سے ثابت۔ کراہت کہ بعض متاخرین نے لکھی جانب تسمیہ راجع ہے۔ تیسرے میں اسمائے کثیرہ سے بحث ہے اور اس میں محمد بخش اور اس کے امثال کا جواز ثابت کیا ہے۔ یہ تینوں رسالے ابھی طبع نہ ہوئے۔ علامہ عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طوالع الانور میں اور حاشیہ درمختار میں عبد النبی و عبد الرسول کا جواز بہت احادیث سے ثابت کیا ہے۔ علامہ جمال بن عبد اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ مفتی حنفیہ بمکہ مکرمہ کے فتاویٰ میں بھی اس کا جواز مصرح ہے۔ کنیز

ونذر وخادم کے ساتھ نام رکھنے میں بھی حرج نہیں، زمانہ سلف میں رواج نہ ہونا مستلزم ممانعت نہیں دودو تین تین ناموں پر مشتمل نام رکھنا جیسے محمد علی حسین اس کا بھی رواج سلف کبھی نہ تھاسادے ایک لفظ کے نام ہوتے تھے۔" (فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ669، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاھور)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:"تمام جہان ان کی ملک، ان کا بندہ، ان کا عبد ہے، یوں اپنا لقب عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفی رکھنا عین سعادت ہے اور اس سے اسلام اور کفر کا فرق روشن ہے کہ اللہ عزوجل کی عبدیت سے کسی کافر کو بھی استنکاف (عار، ناگواری) نہ ہوگا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد24، صفحہ267، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن)

بہارِ شریعت میں ہے:"عبد المصطفیٰ، عبد النبی، عبد الرسول نام رکھنا جائز ہے کہ اس نسبت کی شرافت مقصود ہے اور عبودیت کے حقیقی معنی یہاں مقصود نہیں ہیں۔ رہی عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔"

(بہارِشریعت، جلد3، حصہ16، صفحہ604، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم، احادیث طیبہ، آثارِ صحابہ اور اقوالِ ائمہ اور علما رضوان اللہ تعالی اجمعین سے یہ بات ثابت ہے کہ "عبدالنبی"، "عبد الرسول" وغیرہ نام رکھنا یا انہیں بطورِ وصف استعمال کرنا، بلاشبہ جائز ہے، اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں، بلکہ اس میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے نسبت و محبت کا اظہار ہے اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے نامِ اقدس سے فیوض وبرکات کا حصول ہے۔

واللہ اعلم عزوجل **ورسولہ اعلم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

14محرم الحرام1448ھ/30جون2026ء

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.fatwaqa.com کے ذریعے کی جاسکتی ہے